فارسی نثر کے موضوعات

ترجمہ ڈاکٹر شریف حسن قاسمی ۔ دہلی یونیورسٹی

(۳)

اس نوعیت کی کتابوں کے بعد اب ہم "ترجمہ ہای احوال شاعران" پر تبصرہ کریں گے ۔ ایسی کتابوں کو فارسی زبان میں عام طور پر "تذکرہ" کا نام دیا جاتا ہے اور گویا یہ نام "تذکرۃ الشعراء دولت شاہ سمرقندی" کے نام سے ماخوذ ہے۔ فارسی میں تذکرہ نگاری کا رواج سلجوقیوں کے عہد سے شروع ہوا۔ اوائل میں ایسی کتابوں کی تالیف کا معمول نہ تھا جن کا مقصد تذکرہ نویسی ہو۔ بیشتر شاعروں کے حالات کے بارے میں حکایات جمع کرنے پر اکتفا کیا جاتا تھا۔ اس ضمن میں قدیم ترین اطلاع مناقب الشعراء نامی ایک کتاب کے متعلق ہے جس کا ذکر دولت شاہ سمرقندی نے "تذکرۃ الشعراء" اور حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں کیا ہے۔ مناقب الشعراء کے مولف، موفق الدولہ ابوطاہر الخاتونی، عہد سلجوقی کے ایک معروف شخص تھے اور پانچویں صدی ہجری کے اواخر اور چھٹی صدی ہجری کے اوائل (گیارہویں صدی کے اواخر اور بارہویں صدی عیسوی کے اوائل) میں حیات تھے۔ چونکہ اس کتاب کے بارے میں اس سے زیادہ اطلاع دستیاب نہیں اس لئے اس کی نوعیت پر گفتگو نہیں کی جا سکتی۔

دوسری کتاب جسے حق تو یہ ہے کہ تذکروں کی ردیف میں شمار نہیں کیا جا سکتا لیکن آج کل اس کتاب سے بیشتر اسی مقصد کے لئے استفادہ کیا جاتا ہے، "مجمع النوادر" معروف بہ "چہار مقالہ" ہے اسے ابوالحسن نظام الدین احمد بن عمر بن علی سمرقندی معروف بہ نظامی عروضی نے تالیف کیا ہے۔ یہ چھٹی صدی ہجری (بارھویں صدی عیسوی) کے شاعر اور لکھنے والوں میں شمار ہوتے ہیں۔ مؤلف نے اپنی کتاب شنسبانی غور خاندان کے ایک شاہزادے ابوالحسن حسام الدین علی کے نام پر تالیف کی ہے۔ چہار مقالہ، دبیری، شاعری، طب اور نجوم، چار فنون کے تعارف کی غرض اور دبیروں، شاعروں، طبیبوں اور منجموں کی راہنمائی اور ہدایت کے لئے جو سلاطین کی خدمت میں فرائض انجام دیتے تھے، لکھی گئی ہے۔ ہر مقالے کے آغاز میں اس فن کی مختصر تعریف بھی کی گئی ہے جس کے بارے میں اس مقالے میں بحث ہوئی ہے۔ مصنف کے قول کی تصدیق کے لئے حکایات بھی بیان کی گئی ہیں جو تاریخی فوائد کی حامل ہیں اس وضاحت کے پیش نظر معلوم ہوتا ہے کہ چہار مقالہ اصلاً تذکرہ نویسی کے مقصد سے نہیں لکھا گیا۔ لیکن اس کتاب سے اگر شاعروں، مصنفوں اور عالموں کے حالات زندگی سے متعلق استفادہ کیا جاتا ہے تو اس کا سبب وہ حکایتیں ہیں جو شواہد کے طور پر ہر مقالے میں مؤلف کے نظریات کی تصدیق میں بیان ہوئی ہیں۔ بہرحال چہار مقالہ فی الحال وہ قدیم ترین ماخذ ہے جو سامانی، غزنوی اور اوائل سلجوقی دور کے چند عظیم شعراء کے احوال زندگی کے بارے میں ہمیں دستیاب ہے۔

لیکن وہ کتاب جسے درحقیقت فارسی کو شعراء کے احوال کا واقعی تذکرہ شمار کرنا چاہیئے، سید الدین (یا نورالدین) محمد بن محمد عوفی بخاری کا لباب الالباب ہے عوفی چھٹی صدی ہجری اور ساتویں صدی ہجری کے اوائل (بارہویں صدی کا اواخر اور

تیرھویں صدی کا اوائل) کا ایک نہایت معروف دانشور اور مصنف ہے۔ یہ سلطان محمد خوارزمشاہ کے اواخر عہد یعنی چنگیز کے حملے کے ابتدائی زمانے میں ماوراء النہر اور خراساں میں حیات تھا اور اہم لوگوں سے ملاقات کے دوران قابل قدر اطلاعات کی فراہمی میں جو اس نے اپنی کتاب میں سپرد قلم کی ہیں مشغول تھا۔ مغلوں کے حملے کے وقت، یہ ماوراء النہر اور خراسان سے فرار ہو کر، سندھ چلا گیا اور ناصر الدین شاہ قباچہ (متوفی: ۶۲۵ھ/۱۲۲۷ء) کی خدمت میں پہنچا۔ اس نے "لباب الالباب" اس بادشاہ کے وزیر عین الملک فخر الدین حسین بن شرف الملک کے نام پر تالیف کی لباب الالباب ساتویں صدی ہجری تک کے ایرانی شعراء کا دو جلدوں میں تذکرہ ہے پہلی جلد میں مولف کے عصر تک کے ان شعراء کے حالات زندگی کا بیان ہے جو بادشاہوں، وزراء، امراء اور علماء کے طبقوں سے تعلق رکھتے تھے۔ دوسری جلد میں ان ایرانی شعراء کے طبقوں کا ذکر ہے جو طاہریوں کے عہد سے ناصر الدین قباچہ کے عہد سلطنت میں کتاب کے زمانۂ تالیف تک ایرانی درباروں سے وابستہ ہے۔

عوفی اس کتاب میں اپنے کلام کو جوامع الحکایات کے مقابلے میں بہت زیادہ آراستہ کرنے پر نظر رکھتا ہے۔ جن شعراء کا ذکر اس نے کیا ہے، ان کے القاب وصفات اور حتی کہ ان کی جائے پیدائش کی مناسبت سے سجع اور مزین و مرصع جملے استعمال کرتا ہے۔ لباب الالباب کی اہمیت صرف اس وجہ سے نہیں کہ وہ فارسی گو شعراء کے حالات زندگی پر قدیم ترین دستیاب تذکرہ ہے بلکہ اس کی اہمیت اس وجہ سے بھی ہے کہ مؤلف مختلف شہروں اور علاقوں کا سفر کرنے کی وجہ سے اپنے ہمعصر ایسے متعدد شعراء سے آشنا تھا جن کے دیوان ابھی مکمل طور پر منظر عام پر بھی نہیں آئے تھے کہ مغول حملے کی زد میں آکر مفقود ہو گئے اور ان کے کلام کے نمونے عوفی نے اس کتاب میں

محفوظ کر دئے ہیں۔ اس کے علاوہ عوفی کی ایسے منابع اور اطلاعات تک دسترس کے نتیجے میں جو مغلوں کے ہاتھوں وحشت ناک غارتگری اور بربادی سے نابود ہوگئیں، اس نے سامانی اور غزنوی دور کے چند شعراء کے بارے میں ہمیں ایسی اطلاعات بہم پہنچائی ہیں کہ اگر اس کی کتاب نہ ہوتی تو ان کے بارے میں کوئی اطلاع ہم تک نہ پہنچتی۔ عوفی نے لباب الالباب کے آغاز میں منشیانہ مقدمے کے علاوہ چند ابواب میں نظم و نثر کے درمیان مقایسہ، شعر و شاعری کی فضیلت اور شعر کے لغوی معنی، سب سے پہلے شعر کس نے کہا، اور سب سے پہلا فارسی شاعر کون ہے، وغیرہ ایسے موضوعات سے بحث کی ہے۔ ملوک وسلاطین و وزراء و علماء کے اشعار کے لطیف نکات اور ان کے حالات زندگی بیان کئے ہیں۔ طاہری عہد اور اس کے بعد کے مختلف ادوار کے شعراء کے حالات اور اشعار کے نمونے دئے ہیں۔

لباب الالباب سے تقی الدین اوحدی اصفہانی نے اپنے عرفات العاشقین جو ۱۰۲۲ ہجری (۱۶۱۳ء) میں تالیف ہوئی، سید علی بن محمود حسینی نے تذکرۂ بزم آرا جو ۱۰۰۰ ہجری (۱۵۹۱ء) میں لکھا گیا، امین احمد رازی نے تذکرۂ ہفت اقلیم جو ۱۰۰۲ ہجری (۱۵۹۳ء) میں مرتب ہوا، اور حسن بن لطف اللہ رازی نے تذکرۂ میخانہ میں جو تقریباً ۱۰۴۰ ہجری (۱۶۳۰ء) میں لکھا گیا، استفادہ کیا ہے۔ یہی بات میر غلام علی آزاد (متوفی: ۱۲۰۰ھ/۱۷۸۵ء) کے خزانۂ عامرہ اور علی قلی خاں والہ داغستانی (متوفی: ۱۱۷۰ھ/۱۷۵۶ء) کے تذکرۂ ریاض الشعراء کے بارے میں جو ۱۱۶۱ ہجری (۱۷۴۸ء) میں مکمل ہوا، کہی جا سکتی ہے[1]

---

[1] لباب الالباب، مطبوعہ سعید نفیسی، تہران، ۱۳۳۵ شمسی، آغاز سخن، ص ۱۔

ایک اہم تذکرہ جو مرتبہ کے لحاظ سے لباب الالباب کے بعد آتا ہے، تذکرۃ الشعرا مؤلفہ دولتشاہ بن علاؤ الدولہ سمرقندی (متوفی : ۸۹۶ھ/۱۴۹۰یا ۹۰۰ھ/۱۴۹۴ء) ہے۔ دولت شاہ سمرقندی، سلطان حسین بایقرا کے ندمار اور مقربین میں شمار ہوتا تھا۔ اس نے، بایقرا کے دانشمند وزیر امیر علی شیر نوائی کی تشویق پر اپنا یہ تذکرہ لکھا ہے۔ اس تذکرہ میں ایک سو پچاس شعراء کے حالات زندگی مندرج ہیں۔ اس کے علاوہ اس میں بے شمار تاریخی اشارات بھی ملتے ہیں لیکن اس تذکرے میں مختلف امور میں اشتباہ اور عدم تقین اس درجہ ہے کہ بیشتر مواقعوں پر مؤلف کے بیانات پر ازسرنو تحقیق کئے بغیر اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔[۱]

اسی زمانے میں ایک مصنف کمال الدین حسین گازرگاہی نے ۹۰۸ ہجری (۱۵۰۲ء) میں ایک کتاب "مجالس العشاق" تالیف کی اور اسے سلطان حسین بایقرا سے منسوب کیا۔ اس کتاب میں چند شعرا اور صوفی مشائخ کا ذکر شامل ہے۔

بہارستان جامی (متوفی : ۸۹۸ھ/۱۴۹۲ء) بھی اسی زمانے میں لکھی گئی۔ اس کتاب کی تالیف سے جامی کا مقصد تذکرہ لکھنا نہیں، بلکہ جامی چاہتے تھے کہ اپنے لڑکے کے لئے جو مکتب جاتا تھا، ایک درسی کتاب تیار کریں۔ اسی ارادے سے انھوں نے کتاب کے دوسرے مطالب پر معروف شعراء کے بارے میں اطلاعات کا اضافہ کردیا۔ تاکہ ایک مبتدی کے کام آسکے۔

تذکرہ نویسی پر عہد صفوی میں گزشتہ ادوار کے مقابلے میں زیادہ توجہ مبذول کی گئی۔ اس دور کی تذکرے کی کتابوں میں شاہ اسمٰعیل صفوی کے لڑکے سام مرزا (متوفی : ۹۸۴ھ/۱۵۷۷ء) کا تحفۂ سامی ہے اس میں نویں صدی ہجری کے اواخر سے دسویں صدی ہجری کے اواخر دور کے کچھ شعراء

[۱] تاریخ تحول نظم و نثر پارسی، طبع سوم، ص ۶۱۔

کے حالات زندگی بیان کئے گئے ہیں۔ ایک اور تذکرہ "لطائف نامہ" ہے جو امیر علی شیر کی مجالس النفائس کا ترجمہ ہے۔ یہ ترجمہ فخری بن امیری نے ۹۲۷ ہجری (۱۵۲۰ء) میں مکمل کیا۔ اسی مترجم کی ایک دوسری اہم کتاب بھی ہمیں ملتی ہے جس کا نام تذکرۃ النساء "یا" جواہر العجائب" ہے۔ نثاری بخارائی کی "مذکر الاحباب" جس میں امیر علی شیر نوائی کے عہد کے تقریباً ۹۷۴ ہجری (۱۵۶۶ء) تک زمانے کے شعراء کے حالات شامل ہیں۔ "نفائس المآثر" میں ان ایرانی شعراء کا ذکر ملتا ہے جو اکبر شاہ کے عہد میں ہندوستان میں تھے۔ اور تقی الدین کاشانی کی خلاصۃ الاشعار وزبدۃ الافکار" جو ۹۸۵ ہجری (۱۵۷۷ء) میں تالیف ہوئی، اسی قسم کی دوسری کتابیں ہیں۔

عرفات العاشقین، بزم آرا، ہفت اقلیم، میخانہ، خزانۂ عامرہ اور ریاض الشعراء معتبر تذکروں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ ان کے بارے میں ہم پہلے ہی گفتگو کر چکے ہیں۔ اس قسم کے اہم اور بامقصد تذکروں کی ردیف میں معروف تذکرے "صحف ابراہیم" کا نام شامل کیا جانا چاہئیے۔ اس تذکرے کا صرف ایک خطی نسخہ موجود ہے جو ابھی تک شائع نہیں ہوا ہے۔ یہ تذکرہ، تیرھویں صدی ہجری کے ایک مصنف ابراہیم خان کی تالیف ہے جس نے اس مفصل تذکرے کو ۱۲۰۵ ہجری (۱۷۹۰ء) میں ترتیب دیا۔ اس میں ایران اور ہندوستان کے ۳۲۷۸ فارسی گو شعراء کے حالات زندگی بیان کئے گئے ہیں۔ اس ضخیم کتاب کے علاوہ، ابراہیم خان نے ایک دوسری کتاب "خلاصۃ الکلام" بھی لکھی ہے۔

لطف علی بیگ بن آقا خان بیگدلی شاملو متخلص بر آذر (متوفی: ۱۱۹۵ھ/ ۱۷۸۰ء) کا "آتشکدہ" معتبر اور مفصل تذکروں میں شمار ہوتا ہے۔ اس تذکرے میں بھی ہفت اقلیم کی مانند، شعراء کا نام قصبوں، اور شہروں کے ناموں کے ذیل میں

آیا ہے۔ اسی وجہ سے شعراء کے ناموں کو آسانی سے نکالنے کے لئے ایک مخصوص فہرست کی ضرورت ہے۔

تذکروں کے اس بیان کے ذیل میں، چند مندرجہ ذیل معتبر تذکروں کا ذکر لازمی معلوم ہوتا ہے۔ سفینۂ خوشگو تالیف بندرابن داس خوشگو۔ اس میں ہندوستانی فارسی گو شعراء کی بہت بڑی تعداد کے حالات ملتے ہیں۔ یہ تذکرہ محمد شاہ کے عہد ۱۱۳۱- ۱۱۶۱ھ/۱۷۱۸- ۴۸ ۱۷ء) میں لکھا گیا۔

سراج الدین علی خاں آرزو نے مجمع النفائس آرزو ۱۱۶۴ ہجری (۱۷۵۰ء) میں مکمل کیا۔ شیخ احمد علی خاں سندیلوی کا مخزن الغرائب، ایک مفصل تذکرہ ہے اور ۱۲۱۸ ہجری (۱۸۰۳ء) میں مرتب ہوا۔

قیام الدین حیرت کا مقالات الشعراء ۱۱۷۴ ہجری (۱۷۶۰ء) میں پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ سفینۂ ہندی تالیف بھگوان داس ہندی میں شاہ عالم بادشاہ کے جلوس یعنی ۱۱۷۳ ہجری (۱۷۵۹ء) سے کتاب کے زمانۂ تالیف یعنی ۱۲۱۹ ہجری (۱۸۰۴ء) تک ہندوستان میں رہنے والے فارسی شعراء کے حالات اس میں قلمبند کئے گئے ہیں۔

بہارستان سخن العبض فارسی ادبی فنون کا مجموعہ ہے اور ایران و ہندوستان کے عظیم فارسی گو شعراء کے احوال زندگی پر ایک کارآمد تذکرہ بھی اس میں شامل ہے۔ اس کے مؤلف میر عبدالرزاق معروف بہ نواب صمصام الدولہ (متوفی: ۱۱۷۱ھ/۱۷۵۷ء) ہیں۔

ماٰثر الکرام موسوم بہ سرو آزاد کو میر غلام علی آزاد بلگرامی (متوفی: ۱۲۰۰ھ/۱۷۸۵ء) نے ۱۱۶۶ ہجری (۱۷۵۲ء) میں تالیف کیا۔ اس میں ۱۰۰۰ ہجری (۱۵۹۱ء) کے بعد سے تذکرے کے زمانۂ تالیف تک ایران اور ہندوستان اور بیشتر ہندوستان میں رہنے والے متاخر شعراء کے حالات زندگی شامل ہیں۔

تذکرہ مرآۃ الخیال تالیف امیر شیر علی خان لودی ۱۱۰۲ ہجری (۱۶۹۰ء) میں مکمل ہوا۔ اس میں متقدم اور متاخر شعرار کی ایک بڑی تعداد کے احوال زندگی بیان ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ اس تذکرے میں دوسرے متفرق مطالب بھی ملتے ہیں۔

زبدۃ المعاصرین تالیف سید میر حسین حسینی شیرازی تیرھویں صدی ہجری (انیسویں صدی ہجری) میں مکمل ہوا۔ اس میں ایران و ہند کے متاخر شعرائے کے ایک طبقے کے حالات و اشعار شامل کئے گئے ہیں۔

مولانا محمد قدرت اللہ گوپاموی نے نتائج الافکار کو ۱۲۵۶ ہجری (۱۸۴۰ء) میں تالیف کیا۔ اور اس میں ایران و ہند کے بہت سے متقدم اور متاخر شعرائے کے نام حروف تہجی کی ترتیب سے شامل کئے ہیں۔

ان چند کتابوں میں جو ایک مخصوص علاقے اور شہر کے شعرائے کے احوال و آثار پر لکھی گئی ہیں "مقالات الشعرا" کا نام لیا جاسکتا ہے۔ اس میں میر علی شیر قانع ٹھٹھوری (متوفی: ۱۲۰۳ھ/۱۷۸۸ء) نے سندھ کے سات سو انیس فارسی گو شعرائے کے احوال زندگی سپرد قلم کئے ہیں۔ مؤلف خود ایک عظیم خاندان کا فرد تھا جس نے اصلاً شیراز سے ہندوستان مہاجرت کر لی تھی اور ٹھٹھہ میں اقامت گزیں ہوگیا تھا۔ اس پرارزش تذکرے کے علاوہ، مؤلف کی چند دوسری کتابیں بھی ملتی ہیں۔

"نظیر مقالات الشعرا" وہ تذکرہ جسے اصلح بن محمد اسلم خاں کشمیری متخلص بہ مرزا نے عالمگیر بادشاہ کے عہد (۱۰۶۹-۱۱۱۸ھ/۱۶۵۸-۱۷۰۶ء) سے محمد شاہ کے عہد سلطنت (۱۱۳۱-۱۱۶۱ھ/۱۷۱۸-۱۷۴۸ء) تک کشمیر کے شعرائے کے بارے میں لکھا ہے۔ اس تذکرے میں شاعروں کی کثیر تعداد کا نام مندرج ہے۔

آخری اہم تذکرہ نویس جس کا ذکر ہم یہاں کر رہے ہیں، رضا قلی خاں ہدایت (متوفی: ۱۲۸۸ھ/۱۸۷۱ء) ہے۔ مجمع الفصحا اور ریاض العارفین اس کے دو

معروف تذکرے ہیں۔ مجمع الفصحا، دو جلدوں میں ہے۔ اس میں متقدم اور متاخر شعراء کے حالات بیان کئے گئے ہیں۔ مزید برآں، اس میں ان شعراء کا ذکر بھی شامل ہے جو بادشاہوں اور سیاسی لوگوں میں سے تھے۔ اس کی بیشتر اہمیت، ایران میں صفوی دور سے مؤلف کے عہد تک فارسی شعراء کے حالات زندگی پر مبنی ہے لہ

مرزا محمد حسن قتیل کی سب سے زیادہ قابل قدر اور مستند کتاب
ہفت تماشا

جو ابھی تک اردو داں طبقہ کی نگاہوں سے اوجھل تھی اب ڈاکٹر محمد عمر استاد شعبہ تاریخ جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی نے اسے فارسی سے سلیس اور بامحاورہ اردو میں منتقل کرکے ہندوستانی تہذیب و معاشرت کے طالبعلموں اور محققوں کے لئے اس انمول ذخیرۂ معلومات کا افادہ عام کر دیا ہے۔ اٹھارھویں صدی میں شمالی ہند کی تہذیبی سرگرمیاں ہوں یا سیاسیات، خسرو شاہی ہو یا مذہبی تحریکات یا سماجی رسوم ان کا مطالعہ کرنیوالا کوئی ناقد اس کتاب کو نظرانداز کرکے اپنے موضوع سے انصاف نہیں کر سکتا۔ کتاب کے شروع میں جناب مالک رام صاحب کا لکھا ہوا پیش لفظ اور جناب نثار احمد فاروقی کا مقدمہ بھی شامل ہے۔ سائز متوسط ۲۶×۲۰ صفحات ۴۱۲
قیمت -/۱۰ مجلد -/۱۴

لہ ڈاکٹر علی رضا نقوی نے اپنی کتاب تذکرہ نویسی فارسی در ہند و پاکستان، مطبوعہ تہران ۱۹۶۸ء میں ۱۱۰ ایسے مخصوص فارسی تذکروں کا ذکر کیا ہے جو ہندوستان اور پاکستان میں ترتیب دئے گئے ہیں۔ لیکن اس فہرست کے کامل ہونے کا دعوی نہیں کیا جا سکتا۔ بہرصورت ایران میں بھی، تذکرے خاصی بڑی تعداد میں لکھے گئے ہیں۔ اس صورت حال کے پیش نظر، کہا جا سکتا ہے کہ ڈاکٹر صفا نے تذکروں کے ضمن میں انتہائی اختصار سے کام لیا ہے۔
(م)